Prof.(Dr). S. K. Jabeen

Head of Dept ,Urdu

Rohtas Mahila College, Sasaram

Topic: Sheikh Ghulam Yahya Huzur ki Masnavi

[B. A., Part-II]

Scanned with CamScanner

شیخ غلام یحییٰ حضور کی مثنوی ''در تعریف درگاہ شاہ ارزاں'' سے واقفیت۔

نام آپ کا شیخ غلام یحییٰ اور تخلص حضور تھا۔ وطن آپ کا عظیم آباد تھا۔ صاحب تذکرۃ الصالحین لکھتے ہیں ''مذہب آپ کا حنفی و مشرب چشتیہ تھا۔ آپ کا شمار عظیم آباد کے مشائخوں میں تھا۔ آپ کے مریدان و مقتدان بہ کثرت تھے۔ تاریخ وفات ہفتم جمادی الثانی بہ وقت نماز جمعہ ۱۲۰۶ھ ہے۔

دیوان حضور کے صرف ایک قلمی نسخہ کا پتہ چلا ہے اور وہ خانقاہ عمادیہ منگل تالاب سیٹی میں موجود ہے۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد دیوان حضور صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں '' دیوان حضور کے صرف ایک نسخہ کا اب تک پتہ چلا ہے اور وہ بھی دیوان کا انتخاب ہے''

حضور کے دیوان میں ۱۸۳ اشعار کی ایک مثنوی بعنوان مثنوی '' در تعریف درگاہ شاہ ارزاں'' ہے۔ یہ مثنوی حضور نے تقریباً ۱۱۹۰ھ میں لکھی تھی۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے حضرت دیوان شاہ ارزاں قدس سرہٗ سے حضور کی گہری عقدیت کا پتہ چلتا ہے۔

حضور اپنی مثنوی کے شروع میں دنیا میں بے شمار بسے ہوئے شہروں میں پہلے ہندوستان میں دہلی شہر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ شہر دنیا میں رشکِ خلد بریں ہے۔ پھر لکھتے ہیں جو لوگ بہار کو صوبہ بہار کہتے ہیں دراصل وہ بہار نہیں ہے بلکہ بَہار ہی بَہار ہے اس لئے کہ موسم خزاں میں جو اس سرزمین پر شادابی رہتی ہے سو موسم بہار میں بھی کہیں اور سبزی نہیں رہتی۔ اس سرزمین کی صفت زبان سے کیا بیان ہو قلم روانی سے قاصر ہے۔

یہاں شاہ ارزاں کی درگاہ مخصوص ہے جہاں جا کر دیکھنے سے عقل انسانی حیرانی ہو جاتی ہے۔ مثل قبہ نور مزار پر جو گنبد ہے وہاں کچھ ایسے جلوے نظر آتے ہیں کہ زیارت کرنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ اس درگاہ کو دیکھنے پر محسوس ہوتا ہے کہ اس مقدس مقام پر خدا ہی کے ظہور کا جلوہ ہے۔ یہاں پر جو زائیرین زیارت کے لئے آتے ہیں تو مرادیں مانگنے سے پہلے ہی اُن کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اس پر جو مخمل کا شامیانہ ہے اُسے اگر بہ نگاہ عقیدت دیکھا جائے تو دراصل یہ ابر رحمت حق کا ظہور معلوم

Scanned with CamScanner

پڑتا ہے جس سے ہمیشہ نور کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ وہاں جو تالاب ہے دراصل وہ تالاب نہیں ہے بلکہ کرامات کو دکھانے کے لیئے زمین نے جب کئی آنکھیں کھولی تھیں تو اس کے اشک ترشح سے یہ تالاب وجود میں آ گیا۔ وہاں جو باغ ہے اُسے دیکھنے سے اہل خرد کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اس کے حالات زبان بیان نہیں کر سکتی۔ وہ باغ نہیں ہے بلکہ قدرت خدا کا ظہور ہے۔ یہ باغ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے۔ اس میں ہمیشہ بہار ہی بہار رہتی ہے۔ خصوصاً جب ایام باراں آتے ہیں تو یہاں کا منظر دیکھ کر ہوش و خرد بجا نہیں رہتے۔ عجب طرح کا منظر وہاں دکھائی دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ طلسم یہاں بندھا ہوا ہے۔ جدھر نظر اٹھتی ہے پری رو چہرے جلوہ افروز رہتے ہیں۔ کہاں تک اس کی ثناخوانی کی جائے۔ سبھی یہاں حسن و جمال میں یوسف ثانی نظر آتے ہیں۔ اُن کی زلفوں سے وہ باغ سنبلستاں بنا رہتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے نرگستاں گلزار بنا رہتا ہے۔ عجب طرح کی اُن کی نگاہ ہے جو دل میں کُبھی جاتی ہے۔ اس کی صفت میں کیا بیان کروں میرا کلیجا ٹکڑے ہوئے جاتا ہے۔ یہ عجیب مقام ہے جہاں زبان ہونٹ چاٹتی ہے۔ یہاں ہر ایک کا عضو بدن دوسروں کے عضو بدن سے بہتر ہے۔ غرض یہاں کے زائیرین پری رویوں کے پاؤں جو حسن نظر آتا ہے وہ کسی اور کے منہ میں بھی نہیں ہوتا۔

پھر حضور لکھتے ہیں کہ اب اس مثنوی کو طول مت دو اور اسے اس بات پر ختم کر دو کہ نہ نام و نمود کی شہرت مجھے ہے اور نہ اس کا صلہ مجھے چاہیئے۔

میرا مقصد صرف یہی ہے کہ لوگ اس کو پڑھیں اور مجھ گنہگار کے حق میں دعائے خیر کریں۔

اس مثنوی میں ۸۳ بند ہیں اور اس کا عنوان ''مثنوی در تعریف شاہ ارزاں'' لیکن انہوں نے گنبدِ مزار، تالاب اور باغ کی خوب خوب ثناخوانی کی ہے۔

زائرین ماہ رویوں کے ہر عضو بدن کی تعریف میں بہت زیادہ اشعار کہے گئے ہیں جن میں بہت بھونڈے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثنوی کے اعتبار سے تو ٹھیک ہے لیکن شاہ ارزاں کی درگاہ کی شان میں یہ بات زیب نہیں دیتی ہے۔ تاجدار مثنوی میر حسن نے بھی ''سحر البیان'' میں نہ ایسے شعر کہے ہیں اور نہ ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ اُس دور میں اس طرح کی شاعری ہوا کرتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اُسی سے متاثر ہو کر حضور نے یہ مثنوی لکھی ہو۔

بہرکیف اس مثنوی کے شروع کے اشعار سے حضور کی بے پناہ عقیدت کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دیوان شاہ ارزاں کے مزار پر روزانہ بہت سے زائرین حاضری دیتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں اور یقیناً اُن کی مرادیں پوری بھی ہوتی ہیں۔

Scanned with CamScanner